

پرانے دوست

اظہر چوہدری دس بارہ دن پہلے ریٹائرڈ ہو کر لا ہو رہا ہے۔ وفاتی سیکرٹری ائٹسٹریز اسکی آخری تعیناتی تھی۔ اظہر میر اکلاں فیلو اور پرانا دوست ہے۔ اسکے والد گرامی، چوہدری فرزند میرے والد کے ہم نشین تھے۔ بنیادی طور پر یہ دونسلوں پر محیط تعلقات ہیں۔ آج کل کے دور میں باعزت طور پر سرکاری نوکری سے واپسی بھی نایاب امر ہے۔ اس معاملے میں اظہر بہت خوش قسمت انسان ہے۔ ذاتی زندگی میں ہر دم خوش رہنے والا ذی روح۔ ابھی اظہر کا دل لا ہو رہا میں نہیں لگتا۔ اسلام آباد زیادہ پسند ہے۔ کافی زیادہ۔

ذہن میں تھا کہ ایک ایسی تقریب منعقد کی جائے، جس میں صرف پرانے دوست بلا نیں جائیں۔ قدیم کا لفظ بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لائل پور میں ڈویٹن پیک سکول میں ہم جماعت ہونے کا مطلب 1960 کی دہائی کا ذکر ہے۔ پچھلی صدی۔ بہر حال دوستی جس درجہ پر انی ہو، اتنی ہی اجلی اور بہترین ہو جاتی ہے۔ سکول میں بنی ہوئی دوستیاں مکمل طور پر بے غرض ہوتی ہیں۔ منفعت اور تقاضے کے بغیر۔ جعلی پن اور تصنیع سے بے نیاز۔ عملی زندگی میں زیادہ تر سماجی تعلقات ہوتے ہیں۔ کافی حد تک غرضوں میں ملفوظ مگر اصل خوبصورتی سے عاری۔ ارشد چوہدری سے مشورہ کیا کہ کھانا رکھا جائے اور کس کس کو مدد کیا جائے؟ انتہائی بے ساختہ ساجواب دیا کہ صرف اور صرف سکول کے دوستوں کو زحمت دی جائے۔ مشورہ دل کو لگا۔ ویسے میں ذاتی طور پر خوش قسمت ہوں۔ سکول، کیڈٹ کالج حسن ابدال، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج اور پھرسوں سروس۔ ہر جگہ مجھے بڑے اعلیٰ ظرف دوست ملے۔ سرکاری قافلہ میں ایسے منفی لوگوں سے بھی واسطہ رہا جنہوں نے عملی زندگی میں مجھے نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو پائے۔ اس قبل کے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہوں۔ ان منفی صفت لوگوں کا ذکر بہر حال کچھ ماہ بعد ضرور کروں گا۔ اسیے کہ ابھی سرکاری ضابطے کے بندھن میں ہوں۔ چھ ماہ بعد یہ بندش بھی ختم ہو جائیگی۔

ہفتہ کی شام کا وقت اور دن مقرر ہوا۔ فیصل آباد سے زاہد اسلام، جاوید اصغر، شاہد منیر، ڈاکٹر احسن سلیم، لا ہو رے خالد باجوہ، شیخ شکیل، شاہد ریاض، احسن خان، کرنل سلیم اور ڈاکٹر احمد گوگزارش کی کمیٹی تشریف لائیں۔ ارشد چوہدری دو تین دن سے لا ہو رہیں ہی تھا۔ آپ جیران ہونگے کہ کسی کو مد عنہیں کیا۔ اسکے برعکس ایک لحاظ سے احتراماً التجاکی کے آپ نے ضرور آنا ہے۔ اتفاق سے امریکہ سے ڈاکٹر علی حماد بھی آیا ہوا ہے۔ اس نے بھی وقت نکالا۔ علی حماد امریکہ میں دل کا ڈاکٹر ہے اور ایک اعلیٰ پایہ کا صوفی شاعر بھی ہے۔ شکیل احمد ناصر میر اقدم دوست ہے۔ لا ہو رہی میں رہتا ہے۔ اس نے بھی آنے کی تکلیف گوارا کی۔ مل جل کے ہم کوئی پندرہ پرانے کلاں فیلو اکٹھے ہو گئے۔ ایک انتہائی اہم بات تھی کہ کئی دوستوں سے سکول کے بعد پہلی ملاقات ہو رہی تھی۔ جیسے کرنل ظفرابھی فوج سے ریٹائرڈ ہو کر گھر آیا ہے۔ پنالیس بر س کے بعد دیکھا۔ بالکل ویسے کا ویسا ہے جیسے سکول میں تھا۔ ہاں، اب داڑھی رکھ لی ہے۔ باقی، بالکل سابقہ طرز پر مکمل خاموش اور اپنی دھن میں مگن انسان۔ اسکے چہرے پر نقش ہے کہ بالکل سکون اور عافیت میں ہوں۔ بچپن کا بھول پن آج بھی چہرے پر ہے۔ ارشد کے مشورہ کے مطابق ڈنر کا اہتمام گھر پر بھی رکھا گیا تھا۔ مختلف کمروں سے کریاں اور صوفے نکال کر پیسمنٹ میں

پندرہ لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام آرام سے ہو گیا۔ کوئی خاص تر دنبیں کرنا پڑا۔ حدود رجہ آسانی۔

ڈاکٹر احمد سب سے پہلے آیا۔ احمد آج کل گنگارام ہسپتال میں ڈی ایم الیس ہے اور حیران کن حد تک لاٹ انسان ہے۔ میدیکل کالج میں انتہائی مشکل کتابوں کو صرف ایک بار پڑھنے سے مکمل طور پر یاد کر لیتا تھا۔ پروفیسر بھی اسکی ذہانت اور یادداشت سے متاثر تھے۔ خیر اسکے بعد سب آنے لگے۔ زاہد اسلام اور شیخ شکلیل آئے تو مختلف موضوعات پر دلیل سے بحث شروع ہو گئی۔ زاہد اسلام حدود رجہ کا میاب بنس میں ہے۔ کپڑے کی کئی فیکٹریوں کا مالک۔ اسکی چوتھی نسل اب کاروبار میں ہے۔ فیصل آباد کے چیمبر آف کامرس کا صدر بھی رہا۔ حدود رجہ سادہ انسان۔ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قیامت کی نظر رکھتا ہے۔ کاروباری شخص تو ہے ہی، مگر بیوپاری نہیں ہے۔ ملک کے معاملات پر ایک سنجیدہ رائے رکھتا ہے۔ آتے ہی کہنے لگا کہ میں اپنے کچھ کالموں میں جذباتی ہو جاتا ہوں۔ درست کہہ رہا تھا۔ مگر اس کا ادراک صرف مجھے تھا۔ تحریروں میں سے زندگی کے جذبات کو پڑھ لینا غیر معمولی بات ہے۔ عبوری نظام میں زاہد اسلام کا نام انڈسٹریز کی وزارت کیلئے تجویز کیا گیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہوا۔ ویسے آج بھی وہ ملکی سطح پر صنعت کی ترویج کرنے کیلئے بہترین چوائیں ہے۔

شیخ شکلیل سے ملاقات بہت عرصے کے بعد ہوئی۔ شکلیل کا خاندان کاروبار سے وابسطہ ہے۔ لائل پور سے یہ لوگ کراچی چلے گئے۔ دودہایاں پہلے تمام خاندان لاہور منتقل ہو گیا۔ شیخ انتہائی سادہ انسان ہے۔ اسکے اندر عاجزی کا عنصر حدود رجہ نمایاں ہے۔ پاکستان میں کوئی ایسا بڑا کاروبار نہیں جس سے شیخ شکلیل نسلک ہونہ ہو۔ ٹیکسٹائل ملز، ریلیں سٹیٹ، پلازے، شوگر ملز، فارم ہاؤس، ڈری فارم۔ شکلیل کا خاندان ہر شعبہ میں انتہائی مضبوطی سے موجود ہے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اسکے اندر شدید انگساری موجود ہے۔ حدود رجہ خاموش طبع انسان۔ سکول کے بعد، ویسے کل میں نے اسے کھل کر ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ ویسے سب ہی قہقہے لگا رہے تھے۔

فیصل آباد سے شاہد منیر، ڈاکٹر جاوید اصغر اور ڈاکٹر احسن سلیم اکٹھے تشریف لائے۔ شاہد منیر بالکل ویسا ہی ہے۔ جیسا پچھلی صدی میں تھا۔ خوشگوار شخصیت۔ بتارہا تھا کہ فیصل آباد میں پر اپرٹی کا کام کر رہا ہے۔ عمر نے اسکے چہرے پر کوئی منفی اثرات نہیں چھوڑے۔ وہی بچپن کے نقوش اور مسکراتی آنکھیں۔ ڈاکٹر احسن سلیم، فیصل آباد کے کارڈیا لو جی انسٹیٹیوٹ کا روح روا ہے۔ حدود رجہ شاہستہ انسان۔ دقیق مطالعے کا عادی۔ سائنس کی دنیا کا شہسوار، مگر زندگی کو پڑھنے کا شوق بھی اسی درجہ کا ہے۔ ہر اچھی تحریر اسکی نظر سے ضرور گزرتی ہے۔ ڈاکٹر احسن سلیم کی والدہ اور میری والدہ، آپس میں قریبی سہیلیاں تھیں۔ احسن ویسے خاموش طبع انسان ہے۔ اپنے شعبے یعنی انسانی دل کے معاملات کو اچھی طرح سمجھنے والا ڈاکٹر۔ فطرت ایسی ہے کہ اسکے ہاتھ اور زبان سے کبھی کسی کو تکلیف پہنچنے نہیں دیکھا اور نہ ہی سن۔ ڈاکٹر جاوید اصغر، سر اپا زندگی کی علامت ہے۔ چہرے پر وہی شرارت ہے جو آج سے پہنچا لیں برس پہلے تھی۔ بر جستہ جملے اور شرارت آمیز ادا بیگی سے وہ سنجیدہ سنجیدہ محفل کو ہشاش بشاش کر سکتا ہے۔ کل بھی ایسے ہی ہوا۔ زاہد اسلام، میں، شکلیل سارے موجودہ صورت حال پر ٹھیل گفتگو کر رہے تھے۔ جاوید اصغر نے زور سے کہا کہ جس دن سے پیدا ہوا ہے، ملک کے حالات ایک جیسے ہی ہیں۔ ویسے یہ جملہ جو کچھ اس نے کہا تھا، اس کا ماضی لشکری ہے۔ جاوید کا ادا کردہ جملہ لکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ ایک فقرے سے محفل کارنگ بدلتا گیا۔

ڈاکٹر احسن خان سے ملاقات بہت عرصے بعد ہوئی۔ لاہور ڈپنس میں رہتا ہے۔ کبھی پاکستان میں پریکٹس شروع کر دیتا ہے اور کبھی لندن میں۔ لاہور آ کر ہجوم میں گم سا ہو گیا ہے۔ لاہور ایک منتشر سا شہر ہے۔ بہت بڑا اور اکثر باراپنے مکینوں کو تھا کر دیتا ہے۔ ڈیڑھ کروڑ کے اس شہر میں متعدد بار انسان اجنی سا ہو جاتا ہے۔ احسن کے ساتھ بھی شائد یہی ہوا ہے۔ کافی حد تک میرے ساتھ بھی بعینہ ہی یہی کچھ ہوا ہے۔ اتنے مہیب شہر میں کئی بار نہیں، متعدد بار اکیلے پن کا احساس ہوتا ہے۔ جیسے جیسے بڑھا پا چھار ہا ہے، تنہائی کا احساس بھی حد درجہ بڑھتا جا رہا ہے۔ میرے خیال میں سب کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ خالد باجوہ بھی مقرر وقت پر پہنچ گیا۔ خالد میرے بچپن کا دوست ہے۔ زندگی کی تمام مسافتوں میں ساتھ رہا ہے۔ اپنی شخصیت میں حد درجہ رعب دبدبہ والا انسان نظر آتا ہے۔ لگتا ہے ابھی کسی آئینی عہدہ کا حلف اٹھا کر آ رہا ہے۔ پرانے دوستوں کی محفل میں حد درجہ پہنچنے والا انسان۔ بچپن سے آج تک ہر ایک کے بھلے اور فائدے سے خوش محسوس کرنے والا آدمی۔ فطری لا ابالی پن کا ابال اب مکمل طور پر بیٹھ چکا ہے۔ زمیندار اور کار و بار دونوں میں حد درجہ مصروف ہے۔ علاقائی سیاست میں نہ چاہتے ہوئے بھی کسی نہ کسی طرح ملوث ہو جاتا ہے۔ اظہر چودھری کو میرا گھر نہیں مل رہا تھا۔ ویسے ہمارے ہاں، نئی آبادیاں بھی مکمل ترتیب سے نہیں بنیں۔ پہلی بار آنے والے شخص کو جزوی وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد اظہر حد درجہ مطمئن نظر آ رہا تھا۔ بہت سے سرکاری افسروں کا جانتا ہوں جو ریٹائرمنٹ کے بعد بجھ سے جاتے ہیں۔ اظہر ان سے مکمل طور پر مختلف ہے۔ بھرپور دریش کرتا ہے اور خوش رہتا ہے۔ جس عزت سے وہ اسلام آباد سے واپس آیا ہے، وہ بہت کم لوگوں کے نصیب میں آتی ہے۔ آٹے میں نمک کے برابر۔ اسلام آباد میں بھی اس نے بھرپور زندگی گزاری ہے۔ مغلی اور ہنسنے کھلینے والا آدمی۔ بیور و کریسی کے منقی رویے سے کسوں دور۔ اظہر سے پہلے، شکیل احمد ناصر آچکا تھا۔ شکیل میرے بچپن کا دوست ہے۔ سرکاری نوکری سے استغفاری دیکر بھرپور زندگی گزار رہا ہے۔ قہقہوں، مسکراہٹوں اور رنگوں سے آراستہ زندگی۔ کمال انسان ہے۔ روایتی منافقت سے دور۔ اصل اور کھڑا شخص۔ اس کا خاصہ ہے کہ سنجیدہ سے سنجیدہ تقریب کو بھی کشت زعفران بنادیتا ہے۔ کل اس نے بچپن اور جوانی کے قصے اس قدر خالص طریقے سے بیان کیے کہ ہر بندہ نہس نہس کے دوہرا ہو گیا۔ شکیل کے والد گرامی، چودھری تاج محمد بھی حج تھے اور میرے والد کے قربی دوستوں میں سے تھے۔ شکیل شکل و صورت میں بالکل اپنے والد جیسا ہو گیا ہے۔ ہر دم خوش باش رہنے والے ذی روح۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے اپنے شعبوں میں یہ تمام لوگ حد درجہ کا میاب ہیں۔ بچپن ہمیں ایک ساتھ گوند کی طرح جوڑ دیتا ہے۔

کھانے سے پہلے بہر حال ملکی حالات پر بھرپور بحث ہوتی رہی۔ ایک بات جو بطور خاص نوٹ کی، کہ تمام لوگ، اپنی سیاسی وابستگیوں سے اوپر اٹھ کر ملک کے مستقبل کو بہتر کرنے کے متعلق بات کر رہے تھے۔ سوچ اور بحث میں حد درجہ متناہت تھی۔ یہ معمولی بات نہیں، ہرگز ہرگز معمولی نہیں۔ ہر شخص صرف اور صرف ملک کی ترقی کو ملحوظ خاطر رکھ کر اپناز ہن کھل کر سامنے لارہا تھا۔ کسی بھی سیاسی دیوتا کی غلامی کے بغیر۔ بحث اس قدر مدلل اور غیر جذباتی تھی کہ اصل مسائل کا حل بھی تجویز ہو رہا تھا۔ کس طرح ملک کی معیشت درست کرنی ہے۔ کس طرح عام لوگوں کے مسائل حل کرنے ہیں۔ کس طرح ہمسایہ ملکوں سے اپنے قومی مفاد میں بہتر تعلق رکھنے چاہیے۔ عمر کے پختہ

حصے میں مسائل کو پہچاننے کے بعد، جل تجویز کرنا غیر معمولی امر ہے۔ ہم سارا دن صرف اور صرف مسائل پر ہی بحث کرتے رہتے ہیں۔ طویل اور لا یعنی بحث، کسی بھی منطقی انجام کے بغیر۔

شام کیسے رات میں ڈھل گئی اور نصف شب کیسے آگئی۔ معلوم ہی نہ ہو پایا۔ ایسے لگا کہ کسی نے ہم سب کیلئے وقت کو دوبارہ پائچ دہائیاں پہلے جیسا بنادیا ہے۔ لصنع، نکلف، دنیاوی فکر اور مفادات سے عاری۔ سوچتا ہوں کہ پرانے دوست کس درجہ بڑی نعمت ہیں۔ زندگی کو دوبارہ معنی دے دیتے ہیں۔ نئی حرارت اور خالص سوچ!

راوی منظر حیات